



E-Content

Instructional Media Centre
Maulana Azad National Urdu University
Gachibowli, Hyderabad - 32
T.S. India

Subject / Course - ISLAMIC STUDIES

Paper : ISLAMI MAZHABI ULOOM

Module Name/Title : QURAN E MAJEED KE CHAND URDU TAFASEER



DEVELOPMENT TEAM

CONTENT	DDE
PRESENTATION	Interviewee Dr Rashid Nadeem Nadvi, Interviewer Dr Fahim Akhtar
PRODUCER	Mr Md Imtiyaz Alam



Instructional Media Centre
Maulana Azad National Urdu University
Gachibowli, Hyderabad - 32
T.S. India



اکائی : 3 چندار دو تفسیریں

اکائی کے اجزاء

مقداد	3.1
تمہید	3.2
اُردو میں تفسیر کا آغاز	3.3
تفسیر القرآن (سرسید احمد خان)	3.4
تفسیر شنائی (مولانا شاہ العلام امرتسری)	3.5
بیان القرآن (مولانا اشرف علی تھانوی)	3.6
ترجمان القرآن (مولانا ابوالکلام آزاد)	3.7
تفہیم القرآن (مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی)	3.8
تفسیر ماجدی (مولانا عبدالماجد دریابادی)	3.9
تدبر قرآن (مولانا امین احسن اصلاحی)	3.10
ضیاء القرآن (مولانا پیر کرم شاہ ازہری)	3.11
تفسیر مولانا علی نقی (مولانا سید علی نقی)	3.12
چند اہم تفسیریں	3.13
خلاصہ	3.14
نمونہ کے امتحانی سوالات	3.15
فرہنگ الفاظ	3.16
مزید مطالعہ کے لئے معاون کتابیں	3.17
مقداد	3.1

اس اکائی کا مقصد اُردو زبان میں تفسیر قرآن مجید کی خدمت کا جائزہ اور اُردو کی اہم کتب تفسیر کا تعارف ہے۔

اُردو زبان کی عمر گوziادہ نہیں؛ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اب اس کا شمار بین الاقوای زبانوں میں ہے، پڑوسی ملک پاکستان کی توبیہ سرکاری زبان ہے ہی، ہندوستان میں بھی ریاست جموں و کشمیر کی سرکاری زبان اُردو ہے، نیز کئی ریاستوں میں اسے دوسری سرکاری زبان کی حیثیت حاصل ہے، بر صغیر کی تقریباً تمام ریاستوں میں یہ زبان سمجھی جاتی ہے، خلچ سے، امریکہ سے، برطانیہ سے اور بعض دوسرے علاقوں سے بھی اُردو روزنامے شائع ہوتے ہیں اور بول چال کی حد تک دنیا کی سب سے زیادہ بولی جانے والی چھ زبانوں میں اس کا بھی شمار ہے، نیز اس زبان میں بڑی تعداد میں متنوع موضوعات پر لٹرپیچر کی اشاعت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ زبان صرف شعر و سخن کی زبان نہیں ہے؛ بلکہ اس میں ہر طرح کے افکار اور علوم و فنون کی ترجمانی کی صلاحیت ہے۔

یوں تو زبان کا کسی مذهب سے تعلق نہیں ہوتا، زبان کی حیثیت محض ذریعہ اظہار کی ہے، اُردو زبان کو بھی صرف اسلام اور مسلمانوں سے جوڑنا صحیح نہیں؛ کیوں کہ اُردو کے نامور شعراء، ادباء اور نقادوں نیز لغت و قواعد کی تدوین کرنے والوں میں ہندو، سکھ اور عیسائی بھی شامل ہیں، نیز اس زبان میں ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں کا مذہبی لٹرپیچر بھی خاصی مقدار میں موجود ہے؛ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ہندی اور سنکریت کے ساتھ ساتھ عربی اور فارسی کی آمیزش کی وجہ سے مسلمانوں کا اس سے خصوصی تعلق رہا ہے اور آزادی کے بعد سے یہ پورے ملک میں عمومی طور پر اور مسلمانوں کے لئے خصوصاً ابطحہ کی زبان کا درجہ رکھتی ہے، اس لئے اُردو زبان میں شروع ہی سے اسلامی علوم پر مشتمل تفسیر پر عربی زبان کے بعد سب سے زیادہ کام ہوا ہے۔

3.3 اُردو میں تفسیر کا آغاز

اُردو زبان میں تفسیری خدمت کا آغاز دکن کے علاقہ سے ہوا ہے، اور تفسیر کی ابتدائی کتابیں دکنی زبان و اسلوب میں لکھی گئی ہیں، بابائے اُردو مولوی عبدالحق نے اپنی کتاب ”اُردوئے قدیم“ میں ایسی چند مکمل یا جزوی تفسیروں کا ذکر کیا ہے، تاہم معیاری اُردو زبان کی پہلی تفسیر ”تفسیر مرادیہ“ کو مانا جاتا ہے، یہ شاہ مراد اللہ سنبھلی انصاری نقشبندی کی تالیف ہے، جس کا تاریخی نام ”خدائی نعمت“ ہے، یہ صرف سورہ فاتحہ اور پارہ: 30 کی تفسیر پر مشتمل ہے، 14 محرم 1185ھ کو مصنف نے اسے مکمل کیا اور پہلی بار 1247ھ میں کلکتہ سے شائع ہوئی تھوڑے تھوڑے وقفہ سے کلکتہ اور ممبئی سے اس کے ایڈیشن شائع ہوتے رہے ہیں، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اپنے زمانہ میں مقبول عام و خاص کتاب تھی، اُردو کی پہلی مکمل تفسیر شاہ عبدالقادر دہلوی کی ”موضع قرآن“ ہے، جو تفسیر مرادیہ کے پورے بیس سال بعد 1205ھ کی تصنیف ہے، یہ مختصر تفسیری حواشی ہیں، بعض حضرات نے صرف ان حواشی کو ”موضع قرآن“ کا نام دیا ہے اور بعض نے ”ترجمہ اور حواشی“ کے مجموعہ کو، — یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بعض حضرات نے اس کو ”موضع القرآن“ لکھا ہے؛ لیکن یہ درست نہیں، ”الف، لام“ کے بغیر ”موضع قرآن“ درست ہے؛ کیوں کہ یہ تاریخی نام ہے اور اسی سے 1205ھ کی تاریخ نکلتی ہے، تفسیری حواشی مختصر ہونے کے باوجود جامع اور فہم قرآن کے لئے بہت مفید ہیں۔

ہندوستان کی جن مسلمان شخصیتوں نے مسلمانوں کی فکر پر گہر اثر ڈالا ہے، ان میں ایک سر سید احمد خاں ہیں، وہ 17 اکتوبر 1817ء کو پیدا ہوئے، انھوں نے اس زمانہ کے رواج کے مطابق عربی و فارسی کی روایتی تعلیم حاصل کی، ان کا شمار مولا ناملوک علی نانوتوی کے شاگروں میں کیا جاتا ہے، جن کے ایک اور شاگرد مولا نامح قاسم نانوتوی نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی تھی، سر سید نے ہندوستان میں مسلمانوں کے سیاسی زوال، انگریزوں کے اس ملک پر تسلط اور اس کے نتیجے میں مسلمانوں کی زبیوں حالی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، ان انقلابات نے ان کے ذہن پر یہ اثر ڈالا کہ مسلمانوں کے لئے ایک باعزت قوم کی حیثیت سے زندہ رہنے کا راستہ انگریزوں سے تصادم نہیں ہے؛ بلکہ یہ ہے کہ وہ ان سے تعلقات کو بہتر کھٹتے ہوئے جدید تعلیم کی طرف توجہ دیں؛ چنانچہ اس مقصد کے لئے انھوں نے 1875ء میں مدرسۃ العلوم علی گڑھ کی بنیاد رکھی، جس نے 1877ء میں ”محمد ان اینگلو اور عیتل کالج“ کی اور سر سید کی وفات کے بعد 1920ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی صورت اختیار کی، 1862ء میں انھوں نے انگریزی علوم و فنون کے ترجمہ کے لئے ”سانشک سوسائٹی“ کی اور مسلمانوں میں مغربی تعلیم کا شوق بیدار کرنے کے لئے 1886ء میں ”محمد ان انجوکشنل کانفسن“ کی بنیاد رکھی، 18 رما ج 1898ء کو ان کی وفات ہو گئی۔

سر سید احمد خاں مغربی علوم اور مغرب کی سائنسی ترقی ہی سے متاثر نہیں تھے؛ بلکہ وہ مغربی افکار سے بھی متاثر ہوئے، اس فکر کی ترجمانی کے لئے انھوں نے علی گڑھ سے رسالہ ”تہذیب الاخلاق“، جاری کیا اور دراصل اسی مقصد کی تکمیل کے لئے انھوں نے تفسیر قرآن بھی تالیف کی ہے، بعض شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ 1877ء میں انھوں نے تفسیر لکھنے کا آغاز کیا تھا جو تادم زیست جاری رہا، یہ تفسیر سورہ مریم کے ختم تک ہے، یوں تو سورہ طہ ابھی تفسیر کا حصہ ہے، مگر اس میں صرف ترجمہ ہے اور بعض مضامین کے سلسلہ میں گذشتہ صفحات کا حوالہ ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سر سید کا معمول پہلے ترجمہ لکھنے پھر تفسیر لکھنے کا تھا، طے کا ترجمہ کرنے کے بعد تفسیر کا موقع نہیں ملا اور وفات ہو گئی، 1880ء تا 1895ء چھ جلدیں سورہ بنی اسرائیل کے ختم تک ان کی زندگی میں شائع ہو گئیں، آخری جلد — جس پر سولہواں پارہ مکمل ہوتا ہے — ان کی وفات کے بعد 1904ء میں شائع ہوا، یہ تفسیر عرصہ سے نایاب تھی، 1995ء میں خدا بخش خاں لاہوری، پٹنہ نے ان سات جلدیوں کو دو خینہ جلدیوں میں شائع کر دیا ہے۔

تفسیر کے سلسلہ میں سر سید احمد خاں کے منتج اور طریقہ فکر کو سمجھنا آسان ہے، اس لئے کہ انھوں نے اپنی تحریر کے شروع میں ”تحریر فی اصول التفسیر“ کے عنوان سے ایک مقدمہ بھی لکھا ہے، جس میں تفسیر کے سلسلہ میں پندرہ اصول ذکر کئے ہیں، اس مقدمہ میں جو بنیادی بات کہی گئی ہے اور جس کا ذکر جا بجا تفسیر کے اندر بھی آیا ہے، وہ یہ ہے کہ قرآن ”ورڑ آف گاؤ“ (خدا کا قول) ہے اور کائنات ”ورک آف گاؤ“ (خدا کا فعل) ہے، خود سر سید کے الفاظ میں ”ورڑ آف گاؤ اور ورک آف گاؤ کا متحد ہونا لازم ہے، اگر وڑ، ورک کے کسی حیثیت سے مطابق نہیں ہے، تو ایسا اور ڈ، ورڈ آف گاؤ نہیں ہو سکتا“ — چنانچہ اس تفسیر میں ہر جگہ اسی فکر کی کارفرمائی اور سر سید احمد خاں کے خیال کے مطابق اس کی تطبیق نظر آتی ہے۔

سر سید احمد خاں کے نزدیک خدا نے جن باتوں کا بہ طور خود وعدہ فرمایا ہے، جیسے: مومنوں کے لئے مغفرت و جنت، گنہگاروں کے لئے

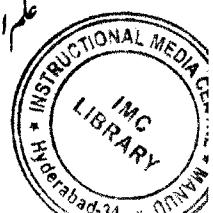
سزا، خدا اس کے خلاف نہیں کر سکتا، اسی طرح مسیح کے نزدیک خدا نے کائنات کا جو فطری نظام رکھا ہے، جیسے آگ میں جلانے، پانی میں ڈبوئے کی صلاحیت اور ماں باپ کے ذریعہ انسان کا پیدا ہونا، وہ خدا کا ”فعلی وعدہ“ ہے، اس قانون فطرت کے خلاف کوئی بات ظہور میں نہیں آسکتی، اسی لئے سریض احمد خاں کا بجہاں قرآن مجید میں بیان کئے گئے مجزات کی تاویل کا ہے، ان کے نزدیک جنت اور اس کی آسانیوں، دوزخ اور اس کی سزاویں کا حقیقی وجود نہیں؛ بلکہ حور و قصور اور آگ و حیم کا ذکر بطور تمثیل کے ہے، جنت کی نعمتوں سے مراد انسان میں خوشی و سکون کی کیفیت اور دوزخ کی سزاویں سے مراد رنج و اندوہ کی کیفیت ہے، مسیح کے نزدیک ملائکہ اور شیطان کا کوئی مستقل وجود نہیں؛ بلکہ انسان کے اندر جو قوائے خیر اور قوائے شر ہیں، وہی فرشتہ اور شیطان ہیں، قرآن مجید میں بہ طور مجوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے لئے سمندر کے درمیان خشک راستہ بن جانے اور فرعون کے داخل ہونے کے وقت دوبارہ پانی کے برابر ہو جانے اور ان کے ڈوب جانے کا ذکر ہے، مسیح کی رائے ہے کہ جب بنی اسرائیل نے سمندر کی اس مکملی کو پار کیا تو جوار بھاٹا کے سبب وہ جگہ خشک ہو گئی تھی اور جب فرعون کا شکر اُڑا تو وہ پانی کے بڑھنے کا وقت تھا، اس لئے ڈوب گیا، مسیح احمد خاں نے اپنی خاص فکر کے مطابق اسی انداز پر قرآن مجید میں ذکر کئے گئے مجزات، انبیاء اور ان کی اقوام کے قصص و اقدامات اور قوموں پر عذاب سے متعلق آیات کی تاویلیں کی ہیں۔

اُردو تفسیروں میں مسیح احمد خاں کے بیہاں شاید پہلی دفعہ اور پوری قوت کے ساتھ یہ فکر ملتی ہے اور جزوی طور پر بعض دیگر مفسرین نے بھی اس کا اثر قبول کیا ہے؛ مگر اصل میں قرآن مجید اور حدیث کی تشریع کا یہ اسلوب معتزلہ کا ہے اور مسیح نے متعدد جگہ ان کے حوالے بھی دیے ہیں، عام طور پر علماء سلف و خلف نے اس تصور کو درست نہیں سمجھا ہے کہ خدا کی قدرت کو عام قانون فطرت کے سامنے عاجز سمجھا جائے اور قرآن مجید کے ظاہری الفاظ کی دوراز کا راتاویل کر کے اس کو اس طرح کے معنی پہنانے جائیں؛ کیوں کہ خالق کی طاقت کو مغلوق کی طاقت کے پیانہ پر تولا نہیں جاسکتا۔

3.5 تفسیر ثانی

بیسوی صدی کے اوائل میں جن شخصیتوں کو برصغیر میں خصوصی شہرت اور قبولیت حاصل ہوئی، ان میں ایک اہم نام مولانا ثناء اللہ امرتسری کا ہے، وہ 1866ء میں پیدا ہوئے، انہوں نے جہاں اس زمانہ کے اکابر علماء اہل حدیث شاہ نذر حسین محدث دہلوی اور مولانا حافظ عبد المنان وزیر آبادی سے استفادہ کیا، دارالعلوم دیوبند سے اور دیوبند کی نمائندہ شخصیت مولانا محمود حسن دیوبندی سے بھی کسب فیض کیا، نیز اپنے زمانہ کے مشہور و مقبول استاذ معمولات مولانا محمد حسن (کانپور) سے بھی مدرسہ فیض عام کانپور میں مستفیض ہوئے، آریہ سماجی، عیسائی اور قادریانی فتنوں کا مقابلہ کرنے میں ان کا نامیاں حصہ رہا ہے، جہاں انہوں نے تحریری طور پر اس سلسلہ میں خدمت کی ہے، وہیں وہ بحیثیت مناظر بھی پورے برصغیر میں معروف تھے، بیہاں تک کہ 1903ء میں وہ مرزا غلام احمد قادریانی سے مناظرہ کے لئے خود قادریان پہنچ گئے؛ لیکن مرزا صاحب میدان میں نہیں آئے، آزادی کے بعد وہ پاکستان کے شہر گودھا منتقل ہو گئے اور ۱۹۴۷ء افریوری کو وہیں وفات ہوئی۔

قرآن مجید مولانا امرتسری کی علمی کاوشوں کا خاص موضوع رہا ہے، امرتسری میں ان کا درس قرآن بہت مشہور تھا، انہوں نے قرآن کی قرآن سے تفسیر پر ”تفسیر القرآن بکلام الرحمن“ لکھی، قرآن میں فصاحت و بلاعثت کے پہلو سے ان کی ایک قابل ذکر تصنیف ”بیان الفرقان علی علم البیان“ ہے، قادریانیوں اور بہائیوں وغیرہ نے قرآن مجید کی بعض آیات سے جو مخالفہ دینے کی کوشش کی ہے، اس کے رد میں آپ کا ایک



رسالہ "تفسیر بارائی" بھی ہے اور "تفسیر شانی" آپ کے قلم سے ایک مکمل اور مفصل تفسیر ہے۔

مصنف نے خود لکھا ہے کہ دو محکایت کے تحت یہ تفسیر لکھی گئی ہے، ایک تو عام مسلمانوں کی تعلیمات قرآنی سے ناواقفیت، دوسرا مخالفین اسلام کی تردید، مصنف نے اپنے منہج پر مختصر روشنی ڈالتے ہوئے خود ہی لکھا ہے کہ اس میں انہوں نے آیات کے باہمی ربط، مخالفین کی تردید اور شان نزول کی وضاحت کو خصوصی اہمیت دی ہے، مصنف کا اسلوب تفسیر یہ ہے کہ آیات کے نیچے کی سطروں میں تو ترجمہ لکھتے ہی جاتے ہیں، ساتھ ساتھ حاشیہ میں بھی صفحہ کے بالائی حصہ پر ترجمہ تو پیش فتوزوں کے ساتھ نقل کرتے ہیں، یعنی اصل ترجیموں کے درمیان اپنے فقرے برہادیتے ہیں کہ آیات کا ربط واضح ہو جائے، مذوقات کا ذکر ہو جائے اور قابل وضاحت باتوں کی توضیح ہو جائے، ترجمہ کی عبارت خط کشیدہ رکھی گئی ہے اور تشریحات بغیر خط کے ہیں، اگر صرف اس ترجمہ مع تشریح کو پڑھ لیا جائے تو قرآن مجید کا نشانہ سمجھ میں آ جاتا ہے۔

اسی تفسیری حاشیہ پر ایک دوسرا حاشیہ تحریر کیا گیا ہے، جس میں شان نزول، اعتقادی اور فقہی مسائل اور مصنف کی رائے کے مطابق غلط افکار کی تردید کی گئی ہے، اس تفسیر کی چند خصوصیات حسب ذیل ہیں:

-1 زبان عام فہم اور سلیس ہے۔

-2 آریہ سماجی، عیسائی، قادیانی، بہائی، مذکورین حدیث وغیرہ کے رد پر خصوصی توجہ دی گئی ہے؛ کیوں کہ اس تفسیر کی تالیف کا وقت، ہندوستان میں مذہبی مناظروں کے شباب کا زمانہ تھا اور خود مصنف اس موقع پر اسلام کے دفاع میں کام کرنے والی اہم شخصیتوں میں شامل تھے۔

-3 احکام فقہیہ میں سلفی مکتبہ فکر کی پوری ترجمانی ہے اور اہل تقدیم پر نقد بھی کیا گیا ہے؛ لیکن تقدیم کے لب و ہجہ میں نسبتاً اعتماد ہے۔

-4 مصنف چوں کہ سابقہ مذہبی کتابوں پر بھی اچھی نظر رکھتے ہیں؛ اس لئے انہوں نے ان کتابوں کی عبارتیں بہ کثرت؛ لیکن تنیظیم کے ساتھ نقل کی ہیں اور اس کے سبق کی بھی نشاندہی کرتے گئے ہیں۔

-5 اس تفسیر میں خاص طور پر سر سید احمد خان مرحوم کے انفار کے رد پر بھی خصوصی توجہ دی گئی ہے۔

-6 احادیث و آثار بھی نقل کئے گئے ہیں؛ لیکن کم، اور ان میں حوالہ جات کے ذکر کرنے کا زیادہ اہتمام نہیں کیا گیا ہے۔

غائبًا اردو زبان میں اہل حدیث مکتبہ فکر کی یہ اولین تفسیروں میں ہے اور زبان و بیان کے اقتدار سے عوام و خواص دونوں کے لئے قابل استفادہ ہے۔

3.6 بیان القرآن

اردو زبان میں تفسیر قرآن مجید کی جو خدمت انجام دی گئی ہے، ان میں بہت ہی نمایاں اور اہم کام مولانا اشرف علی تھانوی کی تفسیر "بیان القرآن" ہے، مولانا اشرف علی تھانوی عظیم اسلامی مفکرین اور اپنے عہد کے نابغہ روزگار علماء میں تھے، وہ ضلع مظلوم گریوپی کے ایک تصبہ تھانہ بھون میں 1280ھ میں پیدا ہوئے، انہوں نے تعلیم کا زیادہ تر حصہ ہندوستان کی مشہور دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند میں حاصل کیا اور خاص طور پر مولانا محمد یعقوب نانوتی اور شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی سے علوم ظاہری میں کسب فیض کیا، تصوف میں انہوں نے مولانا شیداحمد گنگوہی اور حاجی امداد اللہ مجاہر کی سے استفادہ کیا، پھر کانپور میں پچھے عرصہ علوم اسلامی کی تدریس کی خدمت بھی انجام دی؛ لیکن زندگی کا زیادہ تر

حصہ تصنیف و تالیف اور ترجمہ و اصلاح میں صرف ہوا، ان کے دامن تربیت سے وابستہ لوگوں میں علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا شیر احمد عثمانی، مولانا عبدالماجد دریابادی، مولانا عبد الباری ندوی، مولانا قاری محمد طیب صاحب، مفتی محمد شفیع صاحب وغیرہ جیسے عقروی علماء شامل ہیں، آپ کا شمار ہندستان کے کثیر التالیف علماء میں ہے اور آپ کی کتابیں اسلامی علوم کے مختلف پہلوؤں پر ہیں، رجب ۱۳۶۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ مولانا تھانوی سے پہلے سر سید احمد خاں کی تفسیر آچکی تھی، جس سے علماء کو عام طور پر اختلاف تھا، پھر آپ کے زمانے میں قرآن مجید کے بعض اور ترجمہ منظہ عالم پر آئے، یہ ترجمہ بھی علماء کے نزدیک پوری طرح قبل اعتماد نہیں تھے، جن پر آپ نے تنقیدی رسائل بھی لکھے ہیں، اس پس مظہر میں مولانا تھانوی نے تفسیر لکھنی شروع کی، ربيع الاول ۱۳۲۰ھ کے اوخر میں آپ نے اس کام کو شروع کیا اور ۱۳۲۶ھ کے اوائل میں یہ تفسیر مکمل ہو گئی، پھر آپ نے دو اور رسائل لکھے، ایک عربی میں ”مسائل السلوک من کلام ملک الملوك“، جس میں آیت قرآنی سے سلوک و تصرف کے مسائل اخذ کئے گئے ہیں، اس کا ترجمہ آپ نے ”رفع الشکوک“ کے نام سے فرمایا، دوسرے: قراءت سبعہ کے سلسلے میں ”وجوه المشانی“ ان دونوں رسائل کو تفسیر کے ساتھ شامل کر کے نیز بعض ترمیمات اور حذف و اضافہ کے ساتھ شوال ۱۳۵۳ھ میں آپ نے پرلیں کے حوالہ کیا اور اس کا نام ”مکمل بیان القرآن“ رکھا۔

مصنف نے کتاب کے شروع میں ایک مختصر خطبہ بھی لکھا ہے، اس خطبہ میں آپ نے اپنے تفسیری منہج کو واضح کر دیا ہے، اس تفسیر میں مصنف کا جو منہج ہے، اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے :

- 1- جس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے مختلف آقوال ہیں، ان میں سے جو قول مصنف کے نزدیک راجح تھا صرف اس کے ذکر کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

- 2- آیات کے انطباق پر خصوصی توجہ دی گئی ہے، کبھی تو اس کا عنوان قائم کیا گیا ہے اور کبھی بلا عنوان کے ذکر کیا گیا ہے۔

- 3- احکام فقهیہ میں فقہ خفی کو ذکر کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے اور کہیں کہیں دوسرے مذاہب کو حاشیہ میں لکھ دیا گیا ہے۔

- 4- علماء کے استفادہ کے لئے حواشی بھی لکھے گئے ہیں جو عربی زبان میں ہیں، جن میں احادیث، اختلاف قراءات، قبل وضاحت امور، مفردات قرآن اور بعض جگہ کسی لفظ یا فقرہ کے ترجمہ کے سلسلہ میں ”ملحقات الترجمہ“ کے عنوان سے وضاحت، نحوی و صرفی توادر، بلاغت اور اسباب نزول وغیرہ کے اصول درج کئے گئے ہیں۔

- 5- مصنف نے ایسے شبہات کو رد کرنے کی طرف خصوصی توجہ دی ہے، جو کسی دلیل پر منی ہے۔

- 6- جن آیات کی تفسیر میں حدیث نبوی آئی ہے، وہاں اس کے مقابلہ کسی اور کا قول نہیں لیا گیا ہے۔

- 7- علم کلام اور فقہ کے مسائل کو صرف اس قدر نقل کیا گیا کہ منشاء قرآن سمجھ میں آجائے۔

- 8- مصنف نے تفسیر میں سلفو صالحین کے اتباع کی پوری پوری کوشش کی ہے۔

- 9- طرز استدلال میں منطق کے قواعد کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔

یہ خصوصیات ہیں جن کو مصنف نے خود کتاب کے مقدمہ میں ذکر فرمایا ہے، مصنف کی تفسیر کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک مضمون سے متعلق آیات کے مجموعہ پر ایک مرکزی عنوان قائم کیا ہے، جو فارسی زبان میں ہے، پھر ہر آیت کے ترجمہ کے ساتھ درمیان میں

تو پھی فقرے لکھے ہیں، جن سے آیت کی مراد اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے اور ترجمہ کو خط کشیدہ رکھا ہے؛ تاکہ ترجمہ اور تشریع کے درمیان التباس پیدا نہ ہو نیز حسب ضرورت اس مختصر تفسیر کے بعد ”ف“ (یعنی فائدہ) کا عنوان لگا کر آیت سے مستبطن ہونے والے اہم مضامین کا ذکر کیا گیا ہے، نیز ہر سورہ کے شروع میں اس کے عکسی و مدنی ہونے اور آیات کی تعداد کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور اگر اس سلسلہ میں کوئی اختلاف ہے تو اس کو بھی واضح کیا گیا ہے۔

مصنف نے بحیثیت ماذد ”بیضاوی، جلالین، تفسیر رحمانی، الاقان، معالم التنزیل، روح المعانی، مدارک، تفسیر خازن، فتح المنان، تفسیر ابن کثیر، باب النقول، درمنشور، کشاف، القاموس المحيط“، کو زیادہ پیش نظر رکھا ہے، حسب ضرورت حدیث و سیرت کی متداول کتابوں سے بھی استفادہ کیا ہے اور خود مصنف کے بیان کے مطابق تورات و نجیل کے سلسلہ میں ”تفسیر حقانی، پرانا حصہ“ کیا گیا ہے۔
تفسیر بارہ اجزاء پر مشتمل ہے اور ہر جزء میں ڈھائی پارے کی تفسیر آگئی ہے اور اس وقت یہ بارہ اجزاء دو ٹینم جلدیوں میں بڑی تقطیع پر شائع ہو رہے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ علمی گہرائی، جامعیت اور مشکلات قرآن کو حل کرنے کے اعتبار سے یہ ایک بے نظیر تفسیر ہے اور بڑی جلیل القدر علمی شخصیتوں نے اس کے کمالات و محسن کا اعتراض کیا ہے؛ البتہ علماء اور قرآن کے اساتذہ و طلباء اس سے زیادہ استفادہ کر سکتے ہیں، عوام زبان و بیان اور مضامین کے لحاظ سے اس سے کم مستفید ہو سکیں گے۔

3.7 ترجمان القرآن

اُردو کے صاحب طرز ادیبوں اور ہندوستان کی جنگ آزادی کے سپہ سالاروں میں ایک اہم شخصیت مولانا ابوالکلام آزاد کی ہے، اللہ نے ان کو بڑی ذکاوت کے علاوہ طرز تحریر میں انفرادیت عطا کی تھی، مولانا میدان خطابت کے تو گویا بادشاہ تھے، انھیں آزادی کی جدوجہد میں شرکت کی وجہ سے اپنی صلاحیت کے اعتبار سے کم لکھنے کا موقع ملا؛ لیکن انھوں نے جو کچھ لکھا، اسے حسن تعبیر کی وجہ سے عوام و خواص دونوں کے درمیان بڑی پذیرائی حاصل ہوئی، ان کی تالیفات میں جن کتابوں کو بڑی شہرت حاصل ہوئی، ان میں ایک ان کی تفسیر بھی ہے، جس کا نام ”ترجمان القرآن“ ہے۔

تفسیر ان کی زندگی میں ۳ جلدیوں میں شائع ہوئی تھی، اس کی پہلی جلد سورہ فاتحہ سے سورہ النعام تک ۴۳۶ صفحات پر اور دوسری جلد سورہ اعراف سے سورہ انبياء تک ۸۰۵ صفحات پر مشتمل ہے، اب یہ دونوں جلدیں جناب مالک رام کے حوالی کے ساتھ ”سماحتیہ اکیڈمی نی دہلی“ سے چار جلدیوں میں شائع ہو چکی ہے، جس میں سورہ نور کا ترجمہ بھی شامل ہے، مولانا آزاد کو قرآن مجید سے خصوصی شغف تھا اور وہ اپنے مضامین میں کثرت سے قرآن مجید کی آیات مع ترجمہ و تشریع نقل کیا کرتے تھے، جناب غلام رسول مہر نے مولانا کی مختلف کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے سورہ نور سے سورہ ناس تک متفرق آیات کا ترجمہ و تفسیر ”باقیات ترجمان القرآن“ کے نام سے جمع کر دیا ہے، ترجمان القرآن کی پہلی دونوں جلدیں 1931 سے 1951 تک شائع ہوئی ہیں اور یہ باقیات مولانا کی وفات کے کافی عرصہ کے بعد 1971ء میں شائع ہوئی ہے۔

مولانا آزاد نے سورہ فاتحہ کی نہایت ہی تفصیلی تفسیر لکھی ہے اور وہی میں نہیں عربی زبان میں بھی شاید اتنی مفصل سورہ فاتحہ کی کوئی تفسیر موجود نہیں، اس میں انھوں نے اللہ تعالیٰ کی تمام صفات اور قرآن مجید میں مذکور اللہ تعالیٰ کے احسانات و انعامات کو بیجا کر دیا ہے اور گویا پورے قرآن کا نجور

انہوں نے اس سورت میں لے لیا ہے، ظاہر ہے کہ اتنی ہی شرح و بسط کے ساتھ پورے قرآن مجید کی تشریع و توحیح ممکن نہیں تھی، ورنہ یہ تکرار کا باعث ہوتا؛ اس لئے بقیہ حصہ میں مختصر اور ضروری حد تک گفتگو کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے، سورہ فاتحہ کے علاوہ اس کتاب میں "سورۃ یوسف" کی تفسیر بھی نسبتاً مفصل ہے اور حضرت یوسف کے واقعہ سے بہت سے اہم مضامین اخذ کئے گئے ہیں، جو مصنف کے ذہن رسا کی دلیل ہے۔

اس تفسیر کا امتیاز اس کی خوبصورت زبان ہے، عام مضامین کو بھی مولانا کا قلم ایسی خوبصورت زبان میں لکھتا ہے کہ بے ساختہ پڑھنے کو دل چاہے، اسی لئے قرآن مجید نے فطرت کے جمالیاتی پہلو پر جہاں بھی روشنی ڈالی ہے، مولانا نے اسے اس طرح پیش کیا ہے کہ خدا کی خلاقیت اور اس کی صنائی کے کمال پر انسان کا ایمان بڑھ جاتا ہے، مثلاً: نظام کائنات میں موزونیت و تناسب پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں :

گیہوں کا ایک دانہ اٹھاؤ، پھول کی ایک کلی توڑو، گھاس کی ایک پتی سامنے رکھ لو اور دیکھو ان کی ساری باثیں
کس طرح تلی ہوئی اور کس دقیقہ سنجی کے ساتھ سانچہ میں ڈھلی ہوئی ہیں، اگر جنم ہے تو اس کا ایک مقرر اندازہ
ہے، لاکھ مرتبہ بوء، کروڑ مرتبہ بوء، اس اندازہ میں فرق آنے والا نہیں، اگر شکل ہے تو اس کا ایک خاص اندازہ
ہے، وہ چیز جب اُگے گی اسی شکل میں اُگے گی، اگر رنگت ہے، خوبشہ ہے، مزہ ہے، خاصہ ہے تو سب کا ایک
مقرر اندازہ ہے اور یہ انداز قطعی ہے، دائیٰ ہے، اٹل ہے، انہٹ ہے اور ہمیشہ اس یکسانیت کے ساتھ ایک
ایک پتے، ایک ایک پھل کو قول قول کر بانٹ رہا ہے، ممکن نہیں اس قول میں کوئی خرابی پڑے۔ (دیکھئے تفسیر

سورۃ الحجر، آیت نمبر: 19)

ترجمان القرآن میں بعض ایسے مضامین بھی آئے ہیں، جن سے جہوراہل علم کو اتفاق نہیں، جیسے "اہدنا الصراط المستقیم" کی تفسیر میں مولانا کی عبارت سے بظاہر یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ عمل صالح اور سنت محمدی کی اتباع پر نجات مختصر نہیں اور اس سلسلے میں حسب ذیل آیت سے استدلال کیا گیا ہے۔

ان الذين آمنوا والذين هادوا والنصارى والصابئين من آمن بالله واليوم الآخر وعمل صالحـا ،

ف لهم اجرهم عند ربهم ولا خوف عليهم ولا هم يحزون . (البقرة: 59)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی، نصاریٰ اور صابی ہیں، نیزان کا اللہ اور آخرت پر ایمان ہے اور انہوں نے عمل صالح کیا ہے، ان کے لئے ان کے رب کے پاس اجر ہے، نہ ان کے لئے خوف ہے اور نہ غم۔

جہور کے نزدیک اس آیت میں عمل صالح سے مراد شریعت محمدی کی اتباع ہے، کیوں کہ ہر عہد میں اس عہد کی شریعت ہی عمل صالح کے لئے پیانہ ہوتی ہے، اس لئے شریعت محمدی پر ایمان عمل کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی۔

بعض آیات ---خصوصاً مجنزات--- کی تشریع میں انہوں نے معتزلہ کی فکر کو اختیار کیا ہے، جیسے: قرآن میں مسخ کے عذاب کا ذکر آیا ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو بندر بنادیا گیا تھا، (البقرة: 65) مولانا کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ تم بندر کی طرح ذلیل و رسوا ہو جاؤ، اسی طرح حضرت ابراہیم کے لئے ظاہر ہونے والا "مجزہ احیاء موتی"، جس کا ذکر "فَخَذِ ارْبَعَةَ مِنَ الطَّيْرِ" (البقرة: 360) میں ہے، یا "وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمْ الطُّور" (البقرة: 63) والی آیت ہے، جس میں بنی اسرائیل پر بطور تنبیہ کوہ طور کے اٹھا لئے جانے کا ذکر ہے، وغیرہ کی تفسیر دیکھی جاسکتی ہے۔

چودھوی صدی بھری میں جن علماء عالمی سطح پر اسلامی مفکر کی حیثیت سے قبول عام حاصل ہوا، ان میں ایک اہم نام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا بھی ہے، جن کا عالم اسلام کے سب سے باوقار ”شاہ فیصل ایوارڈ“ کے لئے پہلی بار انتخاب عمل میں آیا تھا، تفسیر انہی کے قلم سے ہے، جو خود مصنف کی وضاحت کے مطابق ان کی تیس سال چار ماہ کی کاؤشوں کا نتیجہ ہے، انھوں نے محرم 1361ھ مطابق فروری 1942ء میں اس تالیف کا آغاز کیا اور 24 ربیع الثانی 1392ھ مطابق 7 جون 1972ء کو یہ کتاب پایہ تکمیل کو پہنچی، ہندوپاک سے اس تفسیر کے تقریباً سو ایڈیشن نکل چکے ہیں اور یہ اردو زبان کی مقبول تفسیروں میں سے ایک ہے، کتاب کے شروع میں مصنف کا ایک مختصر دیباچہ اور اس کے بعد ایک مختصر مقدمہ شامل اشاعت ہے، اس دیباچہ میں مؤلف نے اپنے اسلوب اور منجح کی وضاحت کی ہے، اس دیباچہ میں مصنف نے خود واضح کیا ہے کہ انھوں نے لفظی ترجمہ کے بجائے ترجمانی و تفسیر پر توجہ دی ہے، مصنف نے اس میں یہ بھی واضح کیا ہے کہ قارئین کو قرآن سے ہٹنے نہ دیا جائے، اس مقصد سے انھوں نے حواشی کم لکھے ہیں اور دوہی موقع پر اس کا اہتمام کیا ہے، یا تو وہاں جہاں انھیں اندازہ ہوا کہ عام قارئین شہر میں بہتلا ہو سکتے ہیں، یا وہاں جہاں انھوں نے محسوس کیا کہ قاری قرآن مجید کی روح تک نہیں پہنچ سکے گا، مصنف کا خیال ہے کہ قرآن مجید عام کتابوں کے انداز پر نہیں ہے؛ بلکہ کچھ مرکزی موضوعات اس پوری کتاب کو باہم مر بوڑھ کھٹتے ہیں، اس لئے اس میں انسانی تصنیفات کی مرتبہ ترتیب اور ارتباط کو تلاش کرنا صحیح نہیں ہے۔

جیسا کہ مصنف نے خود لکھا ہے، انھوں نے قرآن مجید کا ’آزاد ترجمہ‘ کیا ہے؛ اس لئے ترجمہ نہایت عام فہم اور رواں ہے اور واقعی ایسا ترجمہ ہے کہ صرف ترجمہ پڑھ کر بھی قاری قرآن مجید کے منشاء سے واقف ہو سکتا ہے، کہیں کہیں بین التوسمین تو ضمیح الفاظ کا اضافہ بھی کیا گیا ہے، ابتدائی دو جلدوں میں مختصر حواشی ہیں اور سلف صالحین کے تفسیری اقوال نیز احادیث و آثار کا تذکرہ نہیں کیا ہے، بعد کی جلدوں میں زیادہ تفصیل و وضاحت ہے، جو قارئین کے لئے باعث طمانتیت ہوتا ہے، مصنف کو خود بھی اس کا احساس تھا، جس کی طرف انھوں نے کتاب کے اختتام پر ’خاتمه‘ کے زیر عنوان اشارہ کیا ہے، مصنف نے خاص طور پر مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات، قرآن مجید کے سائنسی حقائق اور حسب ضرورت قرآن مجید اور بابل کے تقابلی مطالعہ پر بڑی اچھی روشنی ڈالی ہے، اس سلسلہ میں ”سورہ صاف“ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئی والی بحث قابل مطالعہ ہے، اسی طرح قیامت واقع ہونے کی کیفیت کے سلسلہ میں سورہ تکویر کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے، جس میں اس کیفیت کو سائنسی حقائق کی روشنی میں سمجھایا گیا ہے، مؤلف نے قرآن مجید میں ذکور مقامات کا باضابطہ سفر کیا ہے اور پھر ان مقامات کی نسبت سے قرآن میں جو قصص و واقعات ذکور ہیں، ان کا مکمل نقشہ بنادیا ہے، جس سے فہم قرآن میں بڑی مدد ملتی ہے۔

محجرات وغیرہ کے سلسلہ میں مصنف کا نقطہ نظر وہی ہے، جو جمہور کا ہے، وہ خرق عادت کے قائل ہیں؛ لیکن قوم بنی اسرائیل سے متعلق ایک خاص واقعہ کہ ”جب انھوں نے تورات کو مانے سے انکار کیا تو کوہ طوران پر اٹھالیا گیا“، ورفعنا فوق کم الطور، (ابقرۃ: 63) کے بارے میں مصنف نے تاویل سے کام لیا ہے، بہرحال یہ غصر حاضر کی مقبول تفسیروں میں سے ہے اور کئی زبانوں میں اس کا ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔

بیسویں صدی کی شخصیات میں علمی و ادبی اعتبار سے ایک جامع شخصیت مولانا عبدالماجد دریابادی کی تھی، وہ 1892ء میں پیدا ہوئے 1977ء میں وفات پائی، وہ عصری علوم پر بھی نظر رکھتے تھے اور اسلامی علوم میں بھی ان کو دستگاہ حاصل تھی، وہ عالم بھی تھے اور مسلم صاحب طرز ادیب بھی، انہوں نے پہلے انگریزی زبان میں تفسیر لکھی، پھر اردو میں، اس کا نام ”تفسیر ماجدی“ ہے، یہ تفسیر 18 رب جمادی 1363ھ / 20 جولائی 1944ء کو مکمل ہوئی، 10 رب جمادی الاولی 1367ھ / 22 مارچ 1948ء کو مصنف نے نظر ثانی مکمل کی، نظر ثالث سے 4 رب المحرج 1369ھ / 16 ستمبر 1950ء کو فراغت ہوئی، یہ مکمل تفسیر پہلی بار 14 اگست 1952ء کو بڑی تقطیع میں 1250 صفحات پرتاج کپنی کراچی سے شائع ہوئی، اس کا اضافہ شدہ ایڈیشن اب ”محل تحقیقات و نشریات اسلام، ندوۃ العلماء لکھنؤ“ سے چار جینم جلدیوں میں جلی کتابت کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ اردو زبان کی چند سب سے اہم تفسیروں کو شمار کیا جائے تو اس میں یہ تفسیر بھی شامل ہو گی، اس کتاب کی خصوصیت اختصار کے ساتھ جامعیت اور علمی گہرائی کے ساتھ حسن بیان ہے، مؤلف نے ربط آیات، اسبابِ نزول، احادیث و آثار، لغوی تحقیق، حسب ضرورت نحو و صرف اور بلاغت کے پہلو، فہمی احکام کا تقریباً احاطہ کیا ہے، دو پہلو خاص طور پر اہم ہیں، ایک مستشرقین کے شہادات کے جوابات، دوسرے بابل سے قرآنی مضامین کا تقابلی مطالعہ اور جہاں دونوں کے بیان میں فرق ہے، وہاں قرآن مجید کے بیان کی معقولیت، حضرت مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانے کے سلسلہ میں قرآن کے ارشاد: ”.....ولکن شیه لهم“ (النساء: 157) کو مصنف نے خود بابل کی عبارت سے ثابت کیا ہے۔

اس تفسیر کا ایک انفرادی پہلو یہ ہے کہ مصنف نے صرف بابل کے مروجہ شخصوں کو ہی سامنے نہیں رکھا ہے؛ بلکہ اس کے مختلف قدیم و جدید شخصوں کو سامنے رکھ کر عیسائیت اور یہودیت سے متعلق اہم کتابوں نیز انسانیکلپ پیڈیاٹوں کا مطالعہ کر کے بعض آیاتِ قرآنی کے پس منظروں کو واضح کیا ہے، جس کی حیثیت فہم قرآن کے لئے کلیدی ہے، جیسے قرآن میں کہا گیا ہے: ”وما كفر سليمان ولكن الشياطين كفروا“ (ابقرة: 102) ”حضرت سليمان نے کفر نہیں کیا؛ بلکہ شیاطین نے کفر کیا“ — بے ظاہر ایک پیغمبر کے بارے میں کہنا کہ انہوں نے کفر نہیں کیا، تفصیل حاصل معلوم ہوتا ہے، مولانا نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا پس منظر بابل سے نکالا ہے کہ بابل میں کہا گیا:

جب سليمان بوڑھا ہوا تو اس کی جور دل نے اس کے دل کو غیر معبووں کی طرف مائل کیا اور اس کا دل اپنے

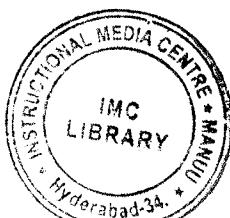
خدا کی طرف سے کامل نہ تھا۔ (سلطین: 11/4, 6/10)

قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو اور جوان میں ہے سب کو چھومنے میں بنادیا اور اللہ کو کوئی تکان نہیں ہوئی ”وما مسنا من لغوب“ (ق: 38) بے ظاہر یہ بات کہ ”اللہ تعالیٰ نہیں تھکے“ قابل وضاحت نہیں معلوم ہوتی؛ کیوں کہ خدا تو قادر بطلق ہے اور وہ ہر طرح کی تکان سے اور اب ہے، مولانا دریابادی نے اس کا پس منظر نقل کیا کہ بابل میں ہے :

خدانے چھومنوں میں زمین اور آسمانوں کو بنایا اور ساتویں دن آرام کیا۔ (پیدائش 2: 2)

گویا اس آیت کا مقصد بابل کے اس بیان کی تردید کرنا ہے کہ خدا کو آرام کرنے کی ضرورت پیش آئی، اس طرح نکے بہت سے مضامین اس تفسیر میں آئے ہیں، اسی لئے مولانا سید ابو الحسن ندوی نے اس تفسیر کو اپنی بعض خصوصیات میں منفرد قرار دیا ہے۔

یہ ساری باتیں مصنف کے یہاں نہ صرف اختصار اور اہم تفسیروں کے حوالہ کے ساتھ ذکر کی گئی ہیں؛ بلکہ ان مراجع کے مناقر فقرے بھی



نقش کر دیئے گئے ہیں، اس سے اساتذہ اور طلبہ کے لئے اس کی افادیت و چند ہو گئی ہے اور جدید تعلیم یا فتحۃ طبقة کے اطمینان کا سامان مہیا کر دیا گیا ہے۔

مصنف نے یوں تو پورے دستیاب تفسیری ذخیرہ سے استفادہ کرنے کی کوشش کی ہے؛ لیکن خود ان کے حسب تحریر جو کتابیں زیادہ تر پیش نظر ہیں، وہ یہ ہیں :

☆ تفسیر طبری	☆ تفسیر المقياس (تفسیر ابن عباس)
☆ تفسیر کبیر	☆ کشاف
☆ معالم التزیل (حسین بن مسعود شافعی، متوفی: 516ھ)	☆ تفسیر قرطبی
☆ مدارک التزیل	☆ تفسیر بن کثیر
☆ انوار التزیل (ناصر الدین بیضاوی، متوفی: 791ھ)	☆ ابحر الحجۃ (ابن حیان اندلسی، متوفی: 654ھ)
☆ روح المعانی (علامہ آلوی)	☆ تفسیر ابن الصود (ابو الصود عبادی)

ان کے علاوہ تفسیر کے سلسلہ میں خصوصی رہنمائی مولانا اشرف علی تھانویؒ سے بھی حاصل کی ہے اور ان کے فوائد کا "مرشد تھانویؒ" کے حوالہ سے ذکر کرتے ہیں۔

3.10 تدبر قرآن

قرآن مجید کی اردو تفسیروں میں علم و تحقیق اور زبان و حسن تعبیر کے اعتبار سے نہایت ممتاز تفسیر مولانا امین احسن اصلاحی (متوفی: 1997ء) کی "تدبر قرآن" ہے، یہ تفسیر 9 جلدیں میں اور چھ ہزار سے زیادہ صفات پر مشتمل ہے، خود مصنف کے حسب تحریر یہ ان کی چالیس سالہ کوششوں کا نتیجہ ہے، 29 رمضان المبارک 1400ھ، مطابق 12 راگست 1980ء کو یہ کتاب مکمل ہوئی ہے۔

مولانا فہم قرآن کے ایک خاص مکتبہ فکر کے بانی مولانا حمید الدین فراہی کے شاگرد رشید اور ان کی فکر کے لائق ترجمان ہیں، مولانا فراہی کے یہاں فہم قرآن میں داخلی وسائل کو بڑی اہمیت حاصل ہے، داخلی وسائل سے مراد عربی زبان کی شہادت اور خود قرآن کی ایک آیت سے دوسری آیت کی توضیح ہے، اسی لئے زمانہ جاہلیت کی شاعری اور زوال قرآن کے زمانہ میں مردوج عربی اسلوب کو اس تفسیر میں بڑی اہمیت دی گئی ہے۔

فکر فراہی کی دوسری خصوصیت قرآن مجید کی سورتوں اور آیات کے درمیان باہمی ارتباط ہے، جس کو مولانا اصلاحی نے "نظم" سے تعبیر کیا ہے، ان کے نزدیک پورا قرآن مجید معنوی اعتبار سے باہم مربوط اور ایک خوبصورت نظام پر بنی ہے، انہوں نے پورے قرآن مجید کو سات گروپ پر تقسیم کیا ہے، ہر گروپ کو ایک خاص مرکزی عنوان مربوط کرتا ہے، جس کو مولانا "عمود" سے تعبیر کرتے ہیں، پھر ہر سورت کا بھی ایک مرکزی مضمون ہے، یہ گویا سورتوں کا عمود ہے، اس تفسیر میں جزیرہ العرب کی تاریخ اور تینیظ کے ساتھ سابقہ آسمانی کتابوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے، قرآن سے مستبط اہم احکام پر مرکزی عنوان اور دوسرے احکام پر ذیلی عنوانات لگائے گئے ہیں، آیات کا ترجمہ بھی روایتی اور عام فہم

ہے، شادی شدہ لوگوں کے لئے زنا کی سزا بسگار کر دینا ہے، اس سے مصنف کو اختلاف ہے، ان کے نزدیک سنسکار کرنے کا واقعہ ایک استثنائی واقعہ ہے، جو خصوصی حالات پر مبنی ہے؛ اس لئے تمام زانیوں کی سزا شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ، سو کوڑے ہی ہے، مصنف کے اس نقطہ نظر پر جمہور اہل علم کی طرف سے کافی تنقید کی گئی ہے۔

مصنف نے کتاب کے شروع میں ۳۲ صفحات پر مشتمل مقدمہ لکھا ہے، جس میں فہم قرآن کے داخلی و خارجی وسائل پر بحث کرنے کے علاوہ انہوں نے اپنے تفسیری منح کو بھی واضح کیا ہے۔

3.11 ضیاء القرآن

پاکستان کے صوبہ سندھ کے شہر بھیرہ میں قصوف کا ایک قدیم سلسلہ چلا آ رہا ہے، جس کا مرکز آستانہ عالیہ ہے، اس سلسلہ کے موجودہ سجادہ نشیں مولانا پیر ابوالحسنات محمد کرم شاہ ازہری ہیں، جو جامع ازہر مصر کے فضلاء میں اور بر صغیر کے متاز علماء اور اصحاب طریقت میں ہیں، ”ضیاء القرآن“ ان ہی کی تالیف ہے، یہ تفسیر پانچ حصیم جلدیوں میں شائع ہو چکی ہے، مصنف نے کم رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹۶۰ء کو اس کی تالیف کا آغاز کیا اور کم جنوری ۱۹۶۵ء کو اس کی تکمیل ہوئی، اس تفسیر میں درج ذیل باتوں کا خیال رکھا گیا ہے۔

- 1 زبان نہایت سلیس، دل آویز اور عام فہم ہے۔
- 2 حسب ضرورت قرآن مجید کے مضامین کی توضیح کے لئے نقشہ بھی شامل کئے گئے ہیں۔
- 3 ہر جلد میں مضامین قرآن کی تلاش کے لئے واضح فہرست سازی کی گئی ہے، جس میں مرکزی مضامین اسلامی کتب کی متبادل ترتیب کے مطابق ہیں، جیسے اعتقادی مسائل، پھر مختلف ابواب کے فقہی مسائل وغیرہ، نیز ہر عنوان کے تحت حروف تہجی کی ترتیب سے ذیلی فہرست بنائی گئی ہے، جس نے استفادہ کو آسان کر دیا ہے۔
- 4 مصنف نے کتاب کے شروع میں ایک مختصر مقدمہ بھی لکھا ہے، جو جمع قرآن وغیرہ سے متعلق ہے، اس میں ان کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے اہل سنت والجماعت کے آپسی اختلافات کے بارے میں اعتدال کے ساتھ قلم اٹھایا ہے اور اس طرح اپنے مسلک کی ترجیحی کی ہے، چنانچہ کتاب کا اسلوب بڑی حد تک ان کے اس دعویٰ کے مطابق ہے، انہوں نے اعتقادی مسائل میں بنیادی طور پر اس نقطہ نظر کی ترجیحی کی ہے، جس کے لئے بر صغیر میں بریلوی مکتبہ فکر معروف ہے، اس کے ساتھ ساتھ لب و لہجہ معتدل اور باوقار ہے۔
- 5 ہر سورت سے پہلے مصنف نے سورت کا تعارف بھی لکھا ہے۔
- 6 مصنف نے نحوی، صرفی اور لغوی حل کی طرف بھی خصوصی توجہ دی ہے۔
- 7 یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ موجودہ دور میں جو فکری مسائل پیدا ہوئے ہیں اور مستشرقین کی طرف سے جو اعتراضات اٹھائے جاتے ہیں، ان پر مصنف نے ثابت انداز میں موثر گفتگو کی ہے۔
- 8 جن کتابوں کی عبارت نقل کرتے ہیں، ان کی عبارت ذکر کرتے ہوئے اردو ترجمہ بھی کر دیتے ہیں، نیز قرطی، روح المعانی، تفسیر مظہری اور روح البیان سے نسبتاً زیادہ استفادہ کرتے ہیں۔
- 9 اسرائیلی روایات نقل کر کے اس پر رد کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں معتبر مفسرین کے آقوال بھی ذکر کرتے ہیں۔



10۔ مصنف کو کلام و تصوف سے بچپی ہے، اس لئے کلامی مباحث اور صوفیانہ زکات کو ذکر کرنے کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔
واقعہ ہے کہ یہ اس دور میں لکھی جانے والی چند تفسیروں میں سے ایک ہے۔

3.12 تفسیر مولانا سید علی نقی

اردو زبان کے تفسیری لٹریچر میں شیعہ حضرات کا بھی مناسب حصہ ہے، مولانا عمار علی کی 'عمدة البيان'، مولانا راحت حسین کی 'الوار القرآن'، مولانا صدر حسین بخشی کا اردو ترجمہ 'تفسیر نمونہ' (24 جلدیں) خاص طور پر قبل ذکر ہیں، تاہم اس طبقہ میں جس تفسیر کو زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی، وہ مولانا علی نقی کا ترجمہ تفسیر ہے، مولانا سید علی نقی کا سلسلہ نسب مولانا سید دلدار علی سے ملتا ہے، جن کو برصغیر میں شیعہ علماء کے درمیان انتیازی حیثیت حاصل رہی ہے اور جنہوں نے ہندوستان میں اہل تشیع میں سلسلہ اجتہاد کی بنیاد رکھی ہے۔

مولانا سید علی نقی کا ترجمہ تفسیر 7 جلدیں پر مشتمل ہے، جس میں سے پہلی جلد مقدمہ کی حیثیت سے شائع ہوئی ہے، ان کی اس تفسیر کی خصوصیات پر ڈاکٹر سید فرمان حسین (شعبہ دینیات شیعہ: مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، جس کا خلاصہ اس طرح ہے:
○ وہ تفسیر میں اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ صرف سلف کے اقوال و ارشادات پر انحصار کیا جائے؛ بلکہ ہر عبد کے مفسرین کو برداہ راست بھی قرآن سے استنباط کرنا چاہئے۔

○ وہ بنیادی طور پر اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ مذہبی آیات و روایات کو جدید تحقیق پر منطبق کیا جائے؛ کیوں کہ یہ تحقیقات بدلتی رہتی ہیں۔
○ قرآن مجید پر قدیم زمانہ میں محدثین کی طرف سے جو اعتراضات کے جاتے تھے اور آج جو اعتراضات کے جاتے ہیں، ان کے جواب پر مصنف کی خصوصی توجہ ہے۔
○ مفردات الفاظ کو لغت اور محاورہ و استعمال کے مطابق حل کرتے ہیں۔
○ جہاں تحت اللفظ ترجمہ کی ضرورت ہوتی ہے، وہاں تحت اللفظ ترجمہ کرتے ہیں اور جو الفاظ عربی میں بطور محاورہ استعمال ہوتے تھے، ان کا با محاورہ ترجمہ کرتے ہیں۔
○ اسرائیلی روایات سے حتی المقدور گریز کرتے ہیں۔
○ جن الفاظ کے ظاہری معنی موجود ہیں، ان میں بھی مصنف کی رائے میں رمز و اشارہ کے طور پر کچھ معنی پائے جاسکتے ہیں، جن سے اہل الذکر اور اخون فی العلم و اقف ہوتے ہیں اور اہل الذکر اور اخون فی العلم ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ معصومین ہیں، اس لئے ائمہ معصومین کے اقوال کو دوسرے شیعہ اہل علم کی طرح یہ بھی بڑی اہمیت دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ انھیں اقوال سے شیعی عقائد کو ثابت کرتے ہیں۔

○ حسب ضرورت شانِ نزول پر بھی روشنی ڈالتے ہیں اور قرآنی صورتوں کے ناموں کی بھی وضاحت کرتے ہیں۔
اس تفسیر میں انہوں نے شیعہ علماء کے علاوہ اہل سنت کی تفسیروں جیسے بیضاوی، جلالین، معالم التنزیل اور شاہ ولی اللہ صاحب کی فتح الرحمن سے بھی استفادہ کیا ہے، جن عربی تفسیروں سے استفادہ کرتے ہیں، ان کی عربی عبارتیں بھی لکھنے کا اہتمام کرتے ہیں۔
شیعی عقائد کو ثابت کرنے میں ہر طرح کی روایتوں کو بھی قبول کرتے ہیں اور تاویلیوں سے بھی تکلف نہیں کرتے، جیسے اللہ تعالیٰ کا

ارشاد: ”وَلَتَوا الْبَيْوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا“ (البقرة: 189) یعنی گھروں میں اس کے دروازے سے داخل ہو، میں ان کے نزدیک اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضور علم کا شہر ہیں اور حضرت علی اس کا دروازہ اور انہے معصومین بھی ابواب ہیں، تو علم حاصل کرنے کے لئے اسی دروازہ سے آنا چاہئے۔ اسی طرح ”وَنَزَّعْنَا مَا فِي صَدْرِهِمْ“ (الحجر: 47) یعنی جب لوگ جنت میں داخل کئے جائیں گے تو ان کے سینے سے باہمی کدوں تیس دور کی جائیں گی، حضرت علی سے مرودی ہے کہ ان کے او بعضاً صحابہ کے درمیان جو اختلاف پیدا ہوا، وہ اس میں شامل ہے، مصنف کے نزدیک جو کدوں تیس جنگ و جدال تک پہنچ گئی ہیں، وہ اس میں شامل نہیں۔ غرض کہ اس ترجمہ و تفسیر میں شیعی نقطہ نظر کی پوری ترجمانی موجود ہے؛ اور اب وہ بھی مناسب ہے۔

3.13 چند اہم تفسیریں

یہ تو اردو کی چند اہم تفسیروں کا تعارف ہے؛ لیکن اردو وہ خوش قسمت زبان ہے، جو عربی کے بعد تمام ہی اسلامی علوم اور خاص کر تفسیر قرآن مجید کی خدمت سے دوسری زبانوں سے بڑھ کر مالا مال ہے، اردو میں پورے قرآن مجید کی تفسیر یا عربی تفسیر کے ترجمہ پر مشتمل 1992ء تک کی کتابیات میں 310 تفسیروں کا ذکر بعض اہل علم نے کیا ہے، — گواں میں بعض ایسی کتابوں کا ذکر بھی آگیا ہے، جو قرآن مجید سے متعلق تو ہے؛ مگر تفسیر نہیں ہے، — مختلف سورتوں اور پاروں کی جزوی تفسیریں اس کے علاوہ ہیں۔

اردو کی سب سے قدیم مفصل، مستند اور عالمانہ تفسیر مولانا سید امیر علی بلح آبادی کی تفسیر ”مواہب الرحمن“ ہے، جس کو مطبع نول کشور کھنٹو نے شائع کیا تھا، تفسیر 10 رجدوں میں ہے، اور علم و تحقیق کے اعتبار سے اگر اسے اردو کی تمام تفسیروں پر فائز کہا جائے تو غلط نہ ہوگا، عرصہ سے اس تفسیر کی اشاعت نہیں ہوئی ہے اور قدیم زبان ہونے کی وجہ سے عام لوگوں کے لئے استفادہ دشوار ہے، اس تفسیر میں کلام، فقہ، تصوف وغیرہ کے سائل پر تفسیر حاصل گنٹگوکی گئی ہے۔

موجودہ دور میں اردو کی جن تفسیروں کو خصوصی پذیرائی حاصل ہوئی ہے، ان میں مولانا عبد الحق حقانی دہلوی کی ”فتح المنان“ (معروف ب ”تفسیر حقانی“)، مفتی نعیم الدین مزاد آبادی کی ”تفسیر نعیمی“، مولانا شبیر احمد عثمانی کی ”فوائد عثمانی“، مفتی محمد شفیع دیوبندی کی ”معارف القرآن“، مولانا وحید الدین خاں کی ”تذکیر القرآن“، اور حافظ محمد صلاح الدین یوسف کی ”احسن البیان“، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

3.14 خلاصہ

عربی زبان کے بعد تفسیر قرآن مجید کی خدمت سب سے زیادہ اردو زبان میں ہوئی ہے، اردو میں تفسیری خدمت کا آغاز دکن سے ہوا ہے اور ابتدائی کتابیں دکنی اسلوب میں لکھی گئی ہیں؛ لیکن معیاری اردو میں لکھی جانے والی پہلی تفسیر شاہ مزاد اللہ سنبھلی کی ”تفسیر مزادیہ“ ہے، جس کا سنت تالیف 1150ھ ہے اور یہ سورہ فاتحہ اور پارہ 30 پر مشتمل ہے، پورے قرآن مجید کی پہلی مختصر اردو تفسیر شاہ عبد القادر دہلوی کی ”موضع قرآن“ ہے، یوں تو اردو میں بہت سی تفسیریں لکھی گئی ہیں؛ لیکن اس اکائی میں مختلف مکاتب فکر کی اہم اور منتخب تفسیروں کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔

اردو کی موجودہ تفسیروں میں ایک قدیم تفسیر سید احمد خاں کی ”تفسیر القرآن“ ہے، وہ بنیادی طور پر معزز لہ کی فکر سے متاثر تھے، انہوں نے اسی اسلوب پر تفسیر کی ہے، نیز محررات اور مابعد الطبعی امور کی ایسی تاویل کی ہے کہ ان کو خلاف عادت نہ مانتا پڑے، اردو کی قدیم تفسیروں میں سلفی

مکتب فکر کی اہم تفسیر ”تفسیر شنائی“ ہے، جو مولانا ثناء اللہ امر تسری کی تالیف ہے، اس تفسیر میں آریہ سماجی، عیسائی، بہائی، قادریانی اور انکار حدیث کے فتنوں کے رد پر خصوصی توجہ دی گئی ہے اور سید احمد خاں کی تفسیر پر نقد کی طرف بھی مصنف کی توجہ ہے۔

اردو کی ایک اہم تفسیر ”بیان القرآن“ ہے، یہ تفسیر اپنی جامعیت، قرآن کے مشکل مقامات کے حل اور سلف صالحین کی اتباع کے اعتبار سے نہایت اہم تفسیر ہے، اس میں ربط آیات پر بھی خصوصی توجہ دی گئی ہے، نیز علماء اور تفسیر کے اساتذہ و طلبہ کے لئے نہایت مفید ہے، — اردو کی تفسیروں میں ایک قابل ذکر تالیف مولانا ابوالکلام آزاد کی ”ترجمان القرآن“ ہے، جو اصل میں سورہ انہیاء تک ہے، یہ تفسیر سورہ فاتحہ کی مفصل تفسیر و توضیح، حسن بیان اور نظام فطرت کے جمالیاتی پہلوکی وضاحت کے اعتبار سے امتیازی حیثیت کی حامل ہے۔

اردو کی مقبول تفسیروں میں ایک مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی ”تفسیم القرآن“ بھی ہے، زبان و بیان کی وضاحت، مستشرقین کی طرف سے اٹھنے والے شبہات کے جوابات اور قرآن میں مذکور طبعی حقائق کی سائنسی توضیح کے لحاظ سے یہ ایک نمایاں تالیف ہے اور اسی لئے نیز نسل میں اس کو مقبولیت حاصل ہوئی ہے، — اردو کے صاحب طرز ادیب مولانا عبدالماجد دریابادی کی تفسیر ”تفسیر ماجدی“ کے نام سے طبع ہوئی ہے، یہ تفسیر مستشرقین کے شبہات کے رد، قرآن مجید اور سابقہ مذہبی کتابوں کے تقابلی مطالعہ کے سلسلہ میں امتیازی حیثیت کی حامل ہے اور اس میں نہایت اختصار کے ساتھ سلف کے تفسیری اقوال کو جمع کر دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے یہ قرآن مجید کے اساتذہ و طلبہ کے لئے کم وقت میں زیادہ معلومات فراہم کرنے والی کتاب ہے۔

ماضی قریب میں تفسیر کی جو کتابیں منظر عام پر آئی ہیں، ان میں ایک اہم کتاب مولانا امین حسن اصلاحی کی ”تدبر قرآن“ ہے، اس تفسیر میں مصنف نے اپنے استاذ مولانا حمید الدین فراہی کی فکر کو پیش کیا ہے اور تفسیر قرآن میں سانسی شواہد، نزولی قرآن کے زمانہ کے تاریخی واقعات سے خاص طور پر مدد لی گئی ہے، نیز سورتوں اور آیتوں کے باہمی ارتباط کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے — عصر حاضر کی ممتاز کتب تفسیر میں مولانا پیغمبر محمد کرم شاہ ازہری کی ”ضیاء القرآن“ بھی ہے، اس کی زبان رواں اور عام فہم ہے، قرآن مجید میں توضیحی نقشے بھی شامل ہیں، مضامین کی فہرست سازی بھی ہے اور موجودہ دور کے فکری مسائل پر خصوصی توجہ کی گئی ہے۔

شیعہ مکتب فکر کی تفسیروں میں ایک مولانا فرمان علی کی تفسیر و ترجمہ ہے، ترجمہ و تفسیر کی زبان رواں اور عام فہم ہے، ضعیف اور موضوع روایات بھی آگئی ہیں، اہل تشیع کے مشہور عقائد کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے، — ان کتابوں کے علاوہ بھی اردو زبان میں متعدد اہم تفسیریں موجود ہیں۔

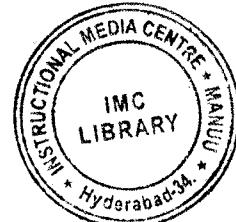
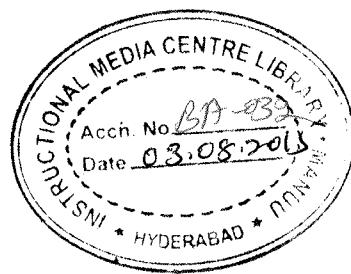
3.15 نمونہ کے امتحانی سوالات

- 1 اردو زبان میں تفسیر کا آغاز کب ہوا اور کس کتاب کو اردو کی پہلی تفسیر اردو بجا سکتا ہے؟
- 2 سرسید احمد خاں کی تفسیر پر تعاریف توٹ لکھیں اور بتائیں کہ اکثر علماء کو ان کی تفسیر سے کیوں اختلاف تھا؟
- 3 تفسیر شنائی اور بیان القرآن کے مؤلف کے نام، زمانہ تالیف اور ان کی خصوصیات کو شامل کرتے ہوئے تعارف لکھیں۔
- 4 تفسیر ماجدی کی خصوصیات پر روشنی ڈالیں۔
- 5 تدبر قرآن میں کس صاحب علم کی فکر کو اہمیت دی گئی ہے، اس کا عہدہ تالیف کیا ہے اور اس کی خصوصیات کیا ہیں؟ بتائیے۔

- 6 ہندوستان میں شیعہ مکتب فکر کی "تفسیر فرمان علی" کا تعارف کرائیں۔
- 7 تفسیر تفہیم القرآن کی خصوصیات پر روشنی ڈالیں۔
- 8 تفسیر ضایاء القرآن کا تعارف کرائیں اور اس کی خصوصیات بتائیں۔
- 9 تفسیر ترجمان القرآن کا تعارف کرتے ہوئے اس کی خصوصیات پر روشنی ڈالیں۔

3.16 فرنگ الفاظ

ارتباط :	تعلق۔
تزکیہ :	نفس کو برائیوں سے پاک کرنا۔
تہیقظ :	بیداری، بیدار مغزی۔
جامیعت:	تمام مضامین یا صلاحیتوں یا خوبیوں کو شامل ہونا۔
جمالیات:	خوبصورتی کو نمایاں کرنے والی چیزیں۔
حسن تعبیر:	خوبصورت انداز بیان۔
راتخون فی العلم:	علم میں مضبوطی و پختگی رکھنے والے لوگ
دل آویز:	دل کو مودہ لینے والا۔
سقم :	کمزوری، بیماری
قراءت سبعہ:	قرآن مجید کی سات مشہور قراءتیں۔
مخالفط :	غلط فہمی میں ڈالنا۔
مناظرہ :	دوفکر کے ماننے والوں کا ایک دوسرے کے ساتھ دلائل کے ذریعہ بحث کرنا۔
نابغہ روزگار:	اپنے زمانہ کی ممتاز شخصیت۔
وسائل :	ذریعے (وسیلہ کی جمع)۔



3.17 مزید مطالعہ کے لئے معاون کتابیں

خدا بخش اور پیغمبر پیغمبر ابیری، پٹنہ	قرآن مجید کی تفسیریں، چودہ سو برس میں	☆
ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی	مطالعہ تفاسیر قرآن	☆
مولانا محمد برہان الدین سنبلی	پندرہ اہم کتب تفسیر اور قرآن مجید کے ترجمے	☆
ڈاکٹر محمود احمد غازی	حاضریات قرآنی	☆
ڈاکٹر سید شاہد علی	اُردو تفاسیر، بیسیوں صدیوں میں	☆
جیل نقوی	اُردو تفاسیر	☆

☆☆☆☆

اپنی کتاب میں روایت نقل کی ہے، اور دوسری سند بھی معتبر مانی گئی ہے۔

☆ حضرت ابی بن کعب کی مرویات

حضرت ابی بن کعب رض کی تفسیری مرویات بھی مختلف سندوں سے منقول ہیں، جن میں بعض معتبر اور اکثر نامعتبر ہیں، معتبر سندوں دو ہیں :

-1 ابو جعفر رازی → رجع ابن انس → ابی بن کعب رض.

-2 وکیع → سفیان ثوری → عبد اللہ بن محمد بن عقیل → طفیل بن ابی بن کعب → ابی بن کعب رض.

دوسری سندوں میں عبد اللہ بن محمد پر بعض محدثین کو کلام ہے؛ لیکن امام احمد اور مختلف محدثین نے ان کی روایت کو مستند مانا ہے۔

ان صحابہ رض کے علاوہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ، حضرت انس، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت جابر اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رض سے بھی بہت سی آیات کی تفسیر نقل کی گئی ہے۔

1.7 تفسیر - عہد تابعین میں

صحابہ رض کے بعد تابعین کا دور آتا ہے، اس دور میں بھی تفسیری ذخیرہ کی تدریس اور روایت کے ذریعہ اشاعت عمل میں آئی، اس دور میں مکہ، مدینہ اور عراق تفسیر کے اہم مرکز تھے، مکہ میں امام مجاهد، عطاء بن ابی ریباح، سعید بن جبیر، حضرت عبد اللہ بن عباس رض کے غلام عکرمہ اور طاؤس غنی تفسیر کے امام سمجھے جاتے تھے، یہ سب حضرت عبد اللہ بن عباس رض کے خصوصی شاگردوں میں ہیں، مدینہ کے علماء میں حضرت عمر رض کے آزاد کردہ غلام زید بن اسلم، ابوالعالیہ اور محمد بن کعب قرظی نمایاں تھے، محمد بن کعب کو حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عبد اللہ بن عباس رض سے اور ابوالعالیہ کو ان تینوں صحابہ کے علاوہ حضرت ابی بن کعب رض سے بھی استفادہ کا موقع ملا تھا اور زید بن اسلم نے اکابر صحابہ کو پیا تھا۔

عراق کی درسگاہ تفسیر کی بنیاد حضرت عبد اللہ بن مسعود رض نے رکھی تھی اور یہاں کے ممتاز علمائے تفسیر میں علقہ بن قیس، مسروق بن اجدع، انس بن یزید، مُرَّہ ہمدانی، عامر شعی، حسن بصری اور قتادہ حبہم اللہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، عہد تابعین کے ان مفسرین کے اقوال کثرت سے کتب تفسیر میں پائے جاتے ہیں۔

چند باتیں اس دور کو عہد صحابہ رض سے ممتاز کرتی ہیں :

1- تابعین کے عہد میں کی، مدینی اور عراقی مدارس تفسیر کی بنیاد پڑی، اہل مکہ عام طور پر حضرت عبد اللہ بن عباس رض کی آراء کو اختیار کرتے تھے، اہل مدینہ ابی بن کعب رض کی اور اہل عراق حضرت عبد اللہ بن مسعود رض کی آراء کو ترجیح دیتے تھے۔

2- اس دور میں اسرائیلی روایات تفسیر میں بکثرت داخل ہو گئیں؛ کیوں کہ مختلف اہل کتاب علماء دامنِ اسلام میں آئے اور انہوں نے اپنی سابقہ معلومات کو بھی قرآن مجید کے بیان و تشریع کے لئے استعمال کیا، اس سلسلے میں عہد صحابہ کے بعد ابو سحاق کعب احبار، (جو پہلے

یہودی تھے اور حضرت ابو بکر یا حضرت عمر کے عہد میں مسلمان ہوئے) وہب بن مُبَّجہ (جو فارسی لغسل تھے) اور عبد الملک بن عبد العزیز بن جریر (جورومی عیسائی تھے، بعد کو مسلمان ہوئے) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

3- یوں تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان بھی بعض آیات کی تشریع میں اختلاف رائے پایا جاتا تھا؛ لیکن عہد تابعین میں اس طرح کا اختلاف نہ تباہ ہے گیا۔

4- اسی عہد میں مختلف اعتقادی فرقے—قدریہ اور جبریہ وغیرہ—پیدا ہوئے، جن کے بعض عقائد اہل سنت والجماعت سے مختلف تھے۔

1.8 تدوینی مرحلے

تفسیر کا تیرا عہد تابعین سے شروع ہوتا ہے، یہی عہد ہے جب اس فن کی تدوینی کوششوں کا آغاز ہوا اور یہ تدوین تین مرحلے میں انجام پائی :

پہلا مرحلہ: محمد شین نے احادیث کے مجموعوں میں احادیث تفسیر کا باب قائم کیا اور تفسیر قرآن کے ذیل میں رسول اللہ ﷺ کے جو ارشادات اور صحابہ و تابعین کے جوابوں میں جمع کر دیا، ان محمد شین میں یزید بن ہارون سلکی (متوفی: 117ھ)، شعبہ بن جراح (متوفی: 170ھ)، وکیع بن جریر اح (متوفی: 197ھ)، سفیان بن عیینہ رم (متوفی: 198ھ)، عبدالرزاق بن ہمام رم (متوفی: 211ھ)، وغیرہ کے نام خصوصیت سے قبل ذکر ہیں، اسی طریقہ کو بعد میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے بھی اختیار کیا۔

دوسرा مرحلہ: پورے قرآن مجید کی بالترتیب تفسیر کا تھا، اس سلسلہ میں ابن ماجہ رم (متوفی: 273ھ)، ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: 310ھ)، ابو بکر بن مُنذر رنسیا پوری رم (متوفی: 358ھ)، ابن ابی حاتم رم (متوفی: 327ھ)، امام حاکم رم (متوفی: 405ھ)، وغیرہ خصوصیت سے قبل ذکر ہیں، ان حضرات نے تفسیری روایات کو کتب حدیث کا جزو نہیں بنایا، بلکہ مستقل ایک فن کی حیثیت سے انھیں جمع کیا، گویا اس مرحلہ میں فن تفسیر نے فن حدیث سے الگ مستقل صورت اختیار کی، لیکن ان مجموعوں میں بھی تفسیری روایات کے نقل کرنے پر اکتفاء کیا گیا اور اس پر بحث و مناقشہ کی صورت عام طور پر اختیار نہیں کی گئی، اس سے ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کا استثناء ہے، جنہوں نے تفسیری اقوال نقل کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے دلائل بھی ذکر کئے، اقوال میں ایک کو دوسرے پر ترجیح بھی دی اور آیات سے احکام کا استنباط بھی کیا، چنانچہ ابن جریر طبری کو آئندہ آنے والے مفسرین کے لئے اساس و بنیاد ہونے کا اعزاز حاصل ہے، اور مفسرین کی ایک بڑی تعداد نے تفسیر میں اسی نفع کو اختیار کیا، جو طبری کا تھا؛ البتہ بعض نے تفسیری احادیث کو پوری سند کے ساتھ ذکر کرنے کے بجائے اختصار اور آسانی کے لئے اسناد حذف کر دیں اور نقل اقوال پر اکتفاء کیا۔

تفسیر کی تدوین کا تیسرا مرحلہ: وہ ہے جس میں ”تفسیر بالماٹوڑ“ کے ساتھ ساتھ ”تفسیر عقلی“، کو بھی شامل کیا گیا، یعنی صرف تفسیری احادیث اور صحابہ و تابعین کے تفسیری اقوال نقل کرنے کے علاوہ احتجاد و استنباط کے ذریعہ قرآن مجید سے اخذ کئے جانے والے احکام و اشارات کو بھی تفسیر کا جزو بنا دیا گیا، اس طرح فن تفسیر حدیث، لغت، قراءت، نحوی و صرفی ابجات، معانی و بلاغت کے نکات، عقلی توجیہات، فقہی احکام، فقصص و واقعات کے سلسلہ میں تاریخی شہادتوں وغیرہ کا ایک ایسا مجموعہ بن گیا، جس میں ہر جہت سے قرآن مجید کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

تفسیر قرآن کے مستقل فنی شکل میں مدون ہونے کے بعد سب سے پہلی کتاب جو آج ہمارے درمیان ہے، وہ ”تفسیر طبری“ ہے، لیکن ایسے شواہد موجود ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے پہلے بھی قرآن کی مکمل تفسیر لکھنے کی کوشش کی گئی ہے، اس سلسلہ میں جن چند شخصیتوں کا ذکر کیا جاتا

ہے، ان کے نام اس طرح ہیں :

- سعید بن جبیر (شہید: 95/94ھ) — ان کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے عبد الملک بن مروان (متوفی: 68ھ) کی خواہش پر اس کے لئے تفسیر لکھی تھی۔
- ممتاز معتزلی عالم عمرو بن عبید کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے حسن بصریؓ سے قرآن کی تفسیر لکھی تھی۔
- ابن مجتنج (متوفی: 150ھ) کے بارے میں مردی ہے کہ انہوں نے تین ضخیم جلدوں میں قرآن کی تفسیر تحریر کی تھی۔

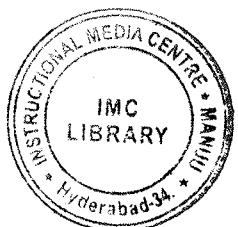
1.8.1 معانی القرآن

اس وقت دنیا میں تفسیر کی جو پہلی کتاب مطبوعہ شکل میں موجود ہے، وہ شیخ ابو زکریا تھی بن زیاد فراہ (متوفی: 207ھ) کی ہے، جس کو ابن نذیم نے ”کتاب الفہرست“ میں تفسیر کی پہلی کتاب مانا ہے، یہ 144ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے، نحو میں ان کا بڑا بلند مقام مانا گیا ہے، مصنف نے متقدمین کے طریقہ کے مطابق اس تفسیر کو املاء کرایا تھا، ان املانویسوں میں محمد بن جهم سُرَّی (متوفی: 277ھ) بھی تھے، ان کا پہنچ ماضی قریب تک مخطوطوں کی شکل میں تھا، اب یہ احمد یوسف نجاتی اور محمد علی نجارتی تحقیق کے ساتھ معانی القرآن کے نام سے تین جلدوں میں شائع ہو چکا ہے، اس میں قرآن مجید کی حرفاً حرفاً تفسیر کا الترام نہیں کیا گیا ہے؛ بلکہ مصنف نے اہم الفاظ اور آیات کی تشریح کی ہے، اس مختصر تفسیر میں نحوی و صرفی تواضع پر بھی توجہ دی گئی ہے، مصنف کے سن وفات سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ تفسیر دوسری صدی کے اواخر میں لکھی گئی ہو گی، اس طرح جیسے دوسری صدی کے اوائل میں فتحی ترتیب کے ساتھ احادیث کا مرتب کیا ہوا ذخیرہ ہمارے سامنے ہے، اسی طرح اس صدی کے اواخر کا یہ تفسیری خزانہ بھی امت کے سامنے ہے۔

1.9 خلاصہ

قرآن مجید کی بعض عبارتیں محل اور قابل وضاحت ہیں، ان کی تشریح کو تفسیر کہتے ہیں، تفسیر سے قریب ایک اور لفظ ”تاویل“ ہے، اگر قرآن مجید کے معنی تک پہنچنے میں غور و استنباط کی ضرورت نہ پیش آتی ہو تو زیادہ تر اسے تفسیر کہا جاتا ہے اور اگر غور و استنباط کے ذریعہ معنی اخذ کیا جائے، تو اس کو ”تاویل“ کہا جاتا ہے، قرآنی آیات کی مراد کو سمجھنے کے لئے دوسری آیات قرآنی، احادیث، صحابہ کے اقوال، عربی لغت اور عقل سلیم سے مددی جاتی ہے؛ البتہ ایسی اسرائیلی روایات — جو قرآن مجید کی تعلیمات اور اسلام کی فکر سے متصادم ہوں — غیر معتبر ہیں، اسی طرح ایسی رائے کا بھی اعتبار نہیں، جس پر کوئی معتبر دلیل موجود نہ ہو۔

بنیادی طور پر تفسیر قرآن مجید کا آغاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی سے ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے تربیت یافتہ صحابہ نے اس فن پر توجہ کی، وہ صحابہ کو اس سلسلہ میں امتیازی حیثیت حاصل ہے، تابعین کے عہد میں اسے مزید فروغ حاصل ہوا اور مکہ، مدینہ اور عراق علم تفسیر کے مرکز ہو گئے، اس کے بعد تفسیر کی تدوین کا عمل شروع ہوا، جو تین مرحلوں میں انجام پایا، پہلی مرحلہ میں محدثین نے اپنی کتابوں میں



”دستاب الفسیر“ کا عنوان قائم کر کے تفسیری احادیث کو جمع کیا، دوسرے مرحلہ میں پورے قرآن مجید کی حدیث و آثار صحابہ سے تشریع کا سلسلہ شروع ہوا، اس سلسلہ کی پہلی کتاب شیخ ابو زکریٰ یحییٰ بن زیاد فراء (متوفی: 207ھ) کی ”معانی القرآن“ ہے اور پہلی مفصل و مکمل تفسیر ”تفسیر طبری“ ہے، تیسرا میں تفسیر کے دائرہ کو وسیع کرتے ہوئے احادیث اور صحابہ و تابعین کے اقوال کے علاوہ لغت، قراءات، نحوی و صرفی اصطلاحات، معانی و بلاغت، فقہی احکام اور عقلی استنباط کو بھی تفسیر میں شامل کیا گیا۔

نمونہ کے امتحانی سوالات

1.10

- 1 تفسیر کی لغوی و اصطلاحی تعریف کیجئے تفسیر و تاویل کا فرق واضح کیجئے اور تفسیر کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالئے۔
- 2 تفسیر قرآن مجید کے مأخذ — قرآن، حدیث نبوی، آثار صحابہ — سے تفسیر میں کس طرح مدلولی ہے؟ اس پر تیس سطروں میں نوٹ لکھئے۔
- 3 تفسیر میں عربی زبان اور عقل کا کیا مقام ہے؟ — اس کو مثالوں سے واضح کیجئے۔
- 4 اسرائیلی روایات کے بارے میں مفسرین کا کیا نقطہ نظر ہے؟ اس کو واضح کیجئے اور معتبر و نامعتبر اسرائیلی روایات کی کچھ مثالیں بھی دیجئے۔
- 5 ماقبل تدوین عہد نبوی، عہد صحابہ اور عہد تابعین میں علم تفسیر کے آغاز و ارتقاء پر پندرہ سطروں میں نوٹ لکھئے۔
- 6 تدوین تفسیر کے مختلف مراحل پر روشنی ڈالئے ہوئے بتائیے کہ اس وقت موجود تفسیر کی پہلی کتاب کونی ہے اور اس کے مصنف کا نام کیا ہے؟

فرہنگ الفاظ

1.11

ادوار :	(دور کی جمع) زمانہ۔
اسراء :	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ سے بیت المقدس کی طرف مجرماً تی سفر۔
اصحاب اخدود:	گڑھے والے، ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے، جس کا قرآن مجید کی سورہ نمبر: ۸۵ میں ذکر آیا ہے۔
اعتراف:	میانہ روی۔
اویین :	سب سے پہلا/پہلی۔
بیآمیز:	ملاوٹ سے پاک۔
بیت عقیق:	پرانا گھر (کعبۃ اللہ الشریف مراد ہے)۔
تحریف معنوی:	معنی میں الٹ پھیر۔
تعلیقاً :	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث و آثار کو نقل کرنا اور سنداً کرنہ کرنا۔
تجذیب:	جھٹلانا
تنقید :	جانچنا، پرکھنا

جہالت:	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے کا زمانہ۔
جریہ:	ایک فرقہ جو انسان کو اپنے افعال میں مجبور مغض خیال کرتا تھا۔
حط:	بیکار ضائع۔
حجت:	دلیل۔
خود رائی:	اپنی ہی رائے کو درست اور کافی سمجھنا۔
سند:	روایت نقل کرنے والوں کا سلسہ۔
شانِ نزول:	وہ واقعہ جس کی وجہ سے کوئی آیت اُتری ہو۔
شوہد:	گواہیان، دلیلیں۔
صرف:	عربی زبان (گرامر) سے متعلق ایک فن۔
صلہ:	(حروف) لغت کی اصطلاح میں وہ حرف جو کسی فعل کو اسم سے مربوط کرنے کے لئے آتا ہے۔
طیب:	پاکیزہ، حلال
عدت:	شوہر سے علیحدگی یا اس کی وفات کے بعد ایک مخصوص مدت، جس میں عورت دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔
عدل:	انصار۔
福德یہ:	عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے سے واجب ہونے والا مال، یعنی: ایک روزہ کے بدلے ایک مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلانا۔
قدریہ:	ایک فرقہ، جو انسان کو اپنے افعال کے بارے میں قادر مطلق مانتا ہے کہ اس میں اللہ کی مشیت کا کوئی دخل نہیں۔
قرنِ اول:	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کا زمانہ
مأخذ:	جس سے کوئی علمی مowaحداصل کیا جائے۔
مبہم:	جبات واضح نہ ہو۔
متباور:	جس بات کی طرف بلا سوچ ذہن منتقل ہو جائے۔
مردویات:	: روایتیں۔
معراج:	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت المقدس سے آسمانوں تک کا مجازی سفر۔
مفہودات القرآن:	: قرآن مجید کے مشکل یا کم استعمال ہونے والے الفاظ۔
منسوخ:	وہ آیت یا حدیث، جس کا حکم باقی نہیں ہو۔
موضوع:	جس علم میں جس چیز سے بحث کی جاتی ہے وہ اس کا موضوع ہوتا ہے، جیسے: میڈیکل سائنس کا موضوع، انسانی جسم اور دوائیں، یہیں۔
نحو:	(عربی گرامر سے متعلق ایک فن)، جس سے زبردیاً اور پیش وغیرہ کی تعین کی جاتی ہے۔
واضح (حدیث):	(حدیث) گھٹنے والا۔

مولانا سید مناظر احسن گیلانی	:	تدوین قرآن	☆
ڈاکٹر عبدالصمد صارم از ہری	:	تاریخ القرآن	☆
مولانا تمدن عماڑی	:	جمع القرآن	☆
ڈاکٹر حسینی محمد حسانی (اردو ترجمہ)	:	علوم القرآن	☆
مولانا محمد تقی عثمانی	:	علوم القرآن	☆
ڈاکٹر احسان الدین	:	علوم القرآن	☆
مولانا محمد مالک کاندھلوی	:	منازل العرفان فی علوم القرآن	☆
مولانا ابو الحسن علی ندوی	:	مطالعہ قرآن کے اصول و مبادی	☆
مولانا اسیر ادروی	:	تفسیر میں اسرائیلی روایات	☆

☆☆☆☆☆

